© rasailojaraid.com

مولانا عبید اللہ عفیف

الاستفتاء

رکوع میں ملنے والی رکعت کا حکم

سوال: محترم مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ اگر مسبوق کو رکوع مل گیا، وہ سورۃ فاتحہ کے اجرِ عظیم سے محروم ہو گیا لیکن رکعت اس نے پالی بحوالہ حدیث ابو ہریرۃؓ جو مشکوٰۃ میں درج ہے، ایک نئے فیشن کے اہلحدیث کا کہنا ہے کہ "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کے مدنظر یہ رکعت نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ مزید رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ اس حساب سے صبح کی تین رکوع والی نماز ہوگی، مغرب کی چار رکوع والی، ظہر و عصر و عشاء کی پانچ رکوع والی نماز ہوگی۔ براہ کرم مدلل جواب مع حوالہ جات از کتب احادیث سے سرفراز فرمائیں۔ والسلام

احقر العباد

میجر محمد اکرم ہنکال بالا، پشاور شہر

الجواب ومنہ الصدق والصواب!

اس مسئلہ میں سلف کے دو قول ہیں۔ جمہور کے نزدیک رکوع میں ملنے والے کی رکعت پوری ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء محدثین کے نزدیک ایسے شخص کی رکعت پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسے شخص کے دو فرض یعنی قیام اور قراءۃ ام القرآن فوت ہو چکے ہیں۔ ہم ان دونوں گروہوں کے دلائل مع تبصرہ رقم کرتے ہیں۔ تاکہ مسئلہ کے خط و خال پوری طرح نکھر کر سامنے آجائیں۔

واللہ الہادی!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمہور کی دلیلِ اوّل :

"عن ابی ھریرۃ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر" (موطا ص ۷ باب من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ۔ ومرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ص ۱۳۴ ج ۲ باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق)

حضرت ابو ہریرۃ رض کہتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی یہ رکعت صحیح ہوگئی اور جو شخص ام القرآن نہ پڑھ سکا تو وہ خیر کثیر سے محروم ہوگیا۔"

حضرت ابو ہریرۃ رض کے اس اثر سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہی مذہب ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت پوری ہو جاتی ہے۔

جواب (۱) :

یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ امام کا یہ قول بلاغاً ہے اور امام مالک کا حضرت ابو ہریرۃ رض سے سماع ثابت نہیں ہے اور کسی نے بھی اس اثر کو مسند بیان نہیں کیا۔

جواب (۲) :

صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رض مدرک رکوع کی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ جزء القراءۃ بخاری میں ہے :

"حدثنا مسدد وموسیٰ بن اسماعیل ومعقل بن مالک قالوا حدثنا ابو عوانۃ عن محمد بن اسحاق عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لا یجزئک الا ان تدرک الامام قائماً" (ص ۴۵)

کہ "حضرت ابو ہریرۃ رض کا قول ہے، نماز تب ہوگی، جب امام کو قیام میں یعنی رکوع کرنے سے پہلے پالے"

۲۔ حدثنا عبید بن یعیش قال حدثنا یونس حدثنا اسحاق قال اخبرنی الاعرج قال سمعت اباھریرۃ یقول لا یجزئک الا ان تدرک الامام قبل ان یرکع" (جزء القراءۃ ص ۴۵، ۴۶)

یعنی "نماز تب ہوگی جب امام کو رکوع میں جانے سے پالے ورنہ نہیں" اور یہ دونوں سندیں امام مالک والی سند سے کہیں زیادہ قوی اور راجح ہیں۔ چنانچہ حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الشیخ محمد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں:

"وحطن اقوی واصح سماع ولا مالک بلاغا فیقدم ذالک علی ھذا۔"

(مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۳۴، ج ۲)

جواب (۳): اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی لفظ کا مجازی معنیٰ تب لیا جاتا ہے جب حقیقی معنیٰ لینا متعذر ہو۔ لہٰذا اس جگہ رکعت سے مراد قیام، رکوع، سجود اور فاتحہ والی رکعت مراد ہے کیونکہ یہ رکعت کا حقیقی معنیٰ ہے۔ لہٰذا مجازی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

ملحوظہ:

خیر کثیر فوت ہو گئی کے الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاتحہ خلف الامام ایک غیر ضروری چیز ہے اور اس کے بغیر بھی رکعت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ لفظ "خیر" فرض و واجب پر بھی بولا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: "جو شخص پانی نہ پائے تو وہ تیمم سے نماز پڑھتا رہے خواہ دس سال گزر جائیں۔ جب پانی پالے تو غسل کر لے۔ فان ذالک خیر" (مشکوٰۃ ص ۵۴) کیونکہ یہ غسل اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھئے یہاں غسلِ جنابت کو خیر کہا ہے حالانکہ یہ فرض ہے۔ پس اسی طرح فاتحہ کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ علاوہ ازیں فاتحہ فوت ہونے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ مقتدی فاتحہ پڑھ نہیں سکا کیونکہ امام رکوع میں چلا گیا۔ بلکہ فاتحہ کے فوت ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ مقتدی امام کی فاتحہ نہیں پا سکا۔ کیونکہ امام کی فاتحہ پانے کی صورت میں امام کے ساتھ آمین کہنے کا موقع ملتا ہے جس سے حدیث "فمن وافق تامینہ تأمین الملٰئکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر" کا مصداق ہو جاتا ہے۔ یعنی جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فرشتوں کی آمین امام کی آمین پر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جزء القراۃ، بخاری باب سکتات ص ۶۸ پر مروی ہے اور مشکوٰۃ ص ۷۹، باب القراۃ (موطا ص ۶۹ میں بھی ابوہریرۃؓ کی یہ حدیث موجود ہے جس میں اس کا ذکر ہے۔ پس امام کے ساتھ فاتحہ پانے سے اتنی بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اور جس سے امام کی آمین فوت ہو گئی، اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ اسی لئے حضرت ابوہریرۃؓ نے مروان بن حکم کے مؤذن کو شرط کی کہ ولا الضالین کے ساتھ مجھ سے سبقت نہ کرنا۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری باب جہر الامام بالتامین ص ۲۲۶،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتاوی اہلحدیث ص ۷۹ ، ج ۲)

بہر حال اس حدیث کو اس سلسلہ میں پیش کرنا غلطی ہے کیونکہ اس میں لفظ رکعت اپنے اصلی اور حقیقی معنیٰ پر ہے۔ اور لفظ "سجدہ" میں دو احتمال ہیں (۱) یہ بھی اپنے معنیٰ پر ہو۔ (۲) یہ بمعنی نماز ہو۔ چنانچہ اس کی تفصیل امام زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں :

"فقد فاته خیر کثیر لموضع التامین وما یترتب علیہ من غفران ما تقدم من ذنبہ قالہ ابن وضاح وغیرہ" (زرقانی ج ۱ ص ۲۸)

یعنی حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ جس سے فاتحہ فوت ہو گئی اس سے خیر کثیر . . . فوت ہو گئی ، اس کا مطلب آمین کا موقع پانا ہے اور اس کی فضیلت کا موقع پانا جو آمین (کا موقعہ) پانے سے حاصل ہوتی ہے ، تمام سابقہ گناہوں کی معافی کا موجب ہے۔

اسی کے قریب قریب حافظ ابو عمر و ابن عبدالبر اور قاضی ابو ولید باجی منتقیٰ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں :

"عن مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ (الحدیث) معنی ذالک ان من ادرک الرکعۃ فقد ادرک الاعتداد بالسجدۃ ولیست فضیلۃ من ادرک الرکعۃ دون قراءۃ کفضیلۃ من ادرک القراءۃ من اولھا فما شاء من ذالک الی فضیلۃ حضور قراءۃ ام القرآن لانھا من اعظم فضیلۃ قراءۃ الرکعۃ وقد قال ابن وضاح والداودی ان تلک الفضیلۃ قول الماموم آمین عند قول الامام ولا الضالین لما روی عن ابی ھریرۃ انہ قال لا تسبقنی بآمین فتثبت بذالک ان لادراک لھذا الموضع من قراءۃ مزیۃ علی غیرہ الا ان ظاھر قولہ ھذا یقتضی ان الفضیلۃ التی ادرک انما ھی بجمیع قراءۃ ام القرآن لان حضور قراءۃ جمیعھا فضیلۃ یدخل فیھا فضیلۃ ادراک آمین وغیرھا وفی ھذا الاثر معنی آخر وھو ان من جاء فوجد الامام راکعا فکبر ورکع ولم یقرأ بام القرآن ویتبع الامام بعد رفع رأسہ من الرکوع ولھذا الذی وصفنا بانہ قد فاتتہ قراءۃ القرآن ولو کان من حکمہ ان القراءۃ بام القرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبل اتباع الامام لما وصف بفوات ذالک کما لم یوصف بفوات تکبیرۃ الامام (کتاب المنتقی شرح موطا للقاضی ابو الولید باجی ص ۱۳۱ ج ۱)

کہ "ابو ہریرۃ کی روایت کے یہ معنی ہیں، جس نے رکعت پالی اس کا سجدہ بھی معتبر ہوگیا اور جس نے قراۃ القرآن کے بغیر رکعت پائی اس کی فضیلت ایسی نہیں جیسی شروع رکعت پانے کی ہے اور اس سے قراۃ ام القرآن امام کے ساتھ پانے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قرآت رکعت کی بڑی فضیلت یہی ہے کہ ام القرآن کو امام کے ساتھ پالے اور ابن وضاح اور داؤدی نے کہا ہے کہ یہ فضیلت مقتدی اور امام کی آمین میں موافقت کے لئے ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مؤذن سے کہا مجھ سے آمین کے ساتھ سبقت نہ کرنا، اس سے ثابت ہوا کہ امام کی قراۃ کے اس حصہ کو پانا جس سے آمین میں موافقت ہو جائے، بہ نسبت دوسری قرأت کے زیادہ فضیلت ہے۔ لیکن ظاہر قول ابو ہریرۃ رض کا ساری فاتحہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے ضمن میں آمین کی موافقت بھی آجاتی ہے کیونکہ جو پوری فاتحہ امام کے ساتھ پائے وہ آمین کا موقعہ "ولا الضالین" بھی پالے گا۔ اور ابو ہریرۃ رض کے اس قول کا ایک اور معنی بھی ہے، وہ یہ کہ جو امام کو رکوع میں پائے وہ امام کے ساتھ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور رکوع کرے اور ام القرآن نہ پڑھے اور رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ میں امام کی اتباع کرے، اس لئے اس کی بابت فاتحہ کے فوت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر اس شخص کا یہ حکم ہوتا کہ امام سے پہلے فاتحہ پڑھ لے تو اس کی بابت فاتحہ کے فوت ہونے کا ذکر نہ ہوتا۔ جیسے تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے کا ذکر نہیں کیا۔"

قاضی ابو ولید باجی نے اس عبارت میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ امام کے ساتھ رکعت پائے تو سجدہ کا اعتبار بھی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور امام کے ساتھ فاتحہ سمیت رکعت کا پانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس میں آمین میں بھی موافقت ہے۔ اگر امام کے ساتھ فاتحہ سمیت رکعت نہ پائی بلکہ امام کی فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آکر شامل ہوا تو پھر خواہ فاتحہ پڑھ ہی لی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن امام کے ساتھ فاتحہ پانے کی جو فضیلت تھی وہ فوت ہو گئی ۔

دوسرا مطلب قاضی ابو ولید نے یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو رکوع سے سر اٹھا کر امام کی تابعداری کرے اور فاتحہ اس سے فوت ہو گئی ۔ یعنی اس کے پڑھنے کا موقع جاتا رہا ۔ اس صورت میں بھی باوجود رکعت المعنی (رکوع ہونے کے) رکوع میں رکعت ثابت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ اس سے اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امام کو جس حالت میں پائے اس کے ساتھ مل جائے ۔ اس سے پہلے جو کچھ رہ گیا ، رہ گیا ۔ اب اس کو امام کی اقتدا کے وقت (اتباع امام سے قبل) ادا نہیں کر سکتا ، بعد میں ادا کرے ۔ اگرچہ امام کے ساتھ ادائیگی کی فضیلت بہت تھی مگر وہ فوت ہو گئی ۔ ہاں تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی ۔ اس کو امام سے الگ کہہ کر پھر امام کے ساتھ اس حال میں شامل ہو جائے جس حال میں امام ہو ۔ غرض اس قسم کے کئی مطالب ابو ہریرہؓ کے اس قول کے ہو سکتے ہیں ۔ اس سے رکوع میں رکعت لازم نہیں آتی ، بالخصوص جب ابو ہریرہؓ کا صریح فتویٰ رکوع میں رکعت نہ ہونے کا صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ، تو پھر مخالف صورت کیوں اختیار کی جائے ۔ حتی الوسع موافقت چاہیئے ۔ یہ دونوں باتیں (یعنی حتی الوسع موافقت اور قوتِ اسناد) رکوع میں رکعت نہ ہونے کو چاہتی ہیں ۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ، ص ۱۸۱ ، ۱۸۲)

اعتراض ۱

حضرت ابو ہریرہؓ سے ان دونوں صحیح اثروں کے خلاف ایک اور اثر بھی مروی ہے جس میں رکوع میں رکعت ہونے کا جواز ہے ۔ (جزء القراءۃ بخاری ص ۴۷)

جواب :

اس اثر میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے ۔ امام بخاری فرماتے ہیں :

"ولیس هذا ممن یعتمد علی حفظه قال اسماعیل بن ابراهیم سألت اهل المدینة عن عبد الرحمان فلم یحمد مع انه لا یعرف له بالمدینة تلمیذ الا موسی الزمعی روایته اشیاء فی عدة منها اضطراب"

(جزء القراءۃ امام بخاری ص ۴۷)

کہ "عبدالرحمٰن بن اسحاق قابل اعتماد نہیں ہے اور مدینہ بھر میں اسکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بھی شاگرد نہیں ہے۔ ہاں موسیٰ زمعی نے اس سے چند روایات بیان کی ہیں مگر ان میں اکثر مضطرب ہیں۔

جمہور کی دوسری دلیل :

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ" (ابوداؤد مع عون ص ۳۳۲ ج ۱، باب الرجل یدرک الامام)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہم سے ملو اور ہم سجدہ میں پہنچ چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں پڑ جاؤ اور اس سجدہ کا کچھ اعتبار نہ کرو۔ تاہم جس نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا، اس نے رکعت پالی۔

جواب :

یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں یحییٰ بن ابی سلیمان راوی منکر الحدیث ہے۔ زید بن ابی عتاب اور ابن مقبری سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری فرماتے ہیں :

"ویحیی ھذا منکر الحدیث روی عنہ ابوسعید مولی بنی ھاشم وعبداللہ بن رجاء البصری مناکیر ولم یتبین سماعہ من زید ولا من ابن المقبری ولا تقوم بہ الحجۃ" (جزء القراۃ ص ۲۶) "قال البیہقی تفرد بہ یحیی بن ابی سلیمان ھذا ولیس بالقوی" (جزء القراۃ بیہقی، عون ص ۳۳۲ ج ۱)

میزان اور تہذیب میں ہے:

"قال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولیس بالقوی" (ص ۳۳۳ ج ۱)

اگرچہ ابن حبان اور حاکم نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔ مگر امام بخاری اور ابوحاتم جیسے ائمہ حدیث کے مقابلہ میں ان کی توثیق کا کچھ اعتبار نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یحییٰ بن ابی سلیمان المدنی ابوصالح لین الحدیث" (تقریب ص۳۷۶)

کہ "یحییٰ بن ابی سلیمان کمزور راوی ہے"

جواب (۲):

"اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئاً" ساری عبارت شاذ اور منکر ہے کیونکہ بقول امام بخاری، اس حدیث کو ایک کثیر جماعت نے "ابوہریرہؓ" سے روایت کیا ہے مگر کسی نے یہ زیادتی بیان نہیں کی۔ مثلاً امام مالک، عبیداللہ عمر، یحییٰ بن سعید، ابن الہاد، یونس، معمر، سفیان بن عیینہ، شعیب، ابن جریج اور عراک بن مالک نے یحییٰ بن ابی سلیمان کے خلاف اس زیادتی کو بیان نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو جزء القراءۃ بخاری ص ۶۷، عون المعبود ص ۳۲۴، ج ۱)

اور علامہ شمس الحقؒ فرماتے ہیں:

"وتفرد به یحییٰ بن ابی سلیمان ولیس بالقوی" (المغنی علی الدارقطنی، ص ۱۳۲، ج ۱)

جواب (۳):

اس حدیث کے اندر رکوع میں رکعت مکمل ہونے کا ثبوت نہیں ہے بلکہ لفظاً "رکعت" سے مراد رکعت ہی ہے رکوع نہیں۔ اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جس نے رکعت پائی اس نے نماز پالی کیونکہ ادنیٰ درجہ جماعت ایک رکعت ہے۔ جیسے:

"عن ابن عباس صلى الله النبي صلى الله عليه وسلم في الخوف بالصلاة ركعة ويطول لا ركعة" (عون المعبود ص)

کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نمازِ خوف ایک رکعت فرض فرمائی"

اس سے معلوم ہوا کہ جس نے رکعت سے کم حصہ پایا، مثلاً رکوع میں شریک ہوا، اس نے نماز نہیں پائی، وہ یہ رکعت نئے سرے سے پڑھے۔ اور رکعت سے رکوع مراد لینا متعذر ہے کیونکہ یہ مجازی معنیٰ ہے اور مجازی معنیٰ وہاں کیا جاتا ہے، جہاں حقیقت متعذر ہو اور یہاں حقیقت متعذر نہیں ہے کیونکہ یہاں رکعت سے مراد رکعت ہی ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ خود رکوع میں ملنے والی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عون المعبود میں ہے:

"قیل المراد بہ ھٰھنا الرکوع فیکون مدرک الامام راکعا مدرکا لتلک الرکعۃ وفیہ نظر لان الرکعۃ حقیقۃ لجمیعھا واطلاقھا علی الرکوع وما بعدہ مجاز لا یصار الیہ الا لقرینۃ کما وقع عند مسلم من حدیث البراء بلفظ فوجدت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ فسجدتہ فان وقوع الرکعۃ فی مقابلۃ القیام والاعتدال والسجود قرینۃ تدل علی ان المراد بھا الرکوع وھٰھنا لیس قرینۃ تصرف عن حقیقۃ الرکعۃ ولیس فیہ دلیل علی ان المدرک الامام راکعا مدرک لتلک الرکعۃ" (عون المعبود ص ۳۳۲، باب الرجل یدرک الامام ساجدا کیف یصنع)

یعنی "کہا گیا کہ اس حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے۔ لہٰذا جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے گا تو اس کی رکعت ہو جائیگی۔ مگر یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ رکعت کے حقیقی معنیٰ پوری رکعت ہے اور رکوع پر رکعت کا اطلاق مجازی ہے جس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے مسلم کی براء کی حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے کیونکہ رکوع کا قیام، اعتدال اور سجدہ کے مقابلہ میں واقع ہونا اس بات کا قرینہ ہے۔ اور ابوہریرۃؓ کی اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں۔ پس رکعت سے رکوع مراد لینا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ رکوع میں رکعت ہو جاتی ہے، صحیح نہیں ہے، ویسے بھی روایت حضرت ابوہریرۃؓ کے محقق مسلک کے خلاف ہے۔"

ور کی تیسری دلیل:

"عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد" (باب اذا رکع دون الصف، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱)

حضرت ابوبکرۃؓ کہتے ہیں کہ جب میں نماز پڑھنے کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ میں نے صف میں ملنے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ فعل ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری حرص میں برکت کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔"

جواب:

اس حدیث میں یہ کہیں نہیں آتا کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوجاتی ہے بلکہ اس حدیث ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رکعت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں:

"فلیس لاحد ان یعود لما نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ ولیس فی جوابہ انہ اعتد بالرکوع القیام والقیام فرض فی الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ "وقوموا للہ قانتین" وقال "اذا قمتم الی الصلوٰۃ" وقال النبی صلی اللہ علیہ صل قائما فان لم تستطع فقاعداً" (جزء القرآۃ امام بخاری صـ)

کہ "ابوبکرہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلعم کے منع کرنے کے بعد کسی کو جائز نہیں کہ وہ صف سے باہر ہی رکوع کرتا ہوا امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجائے۔ ابوبکرہ کے جواب میں یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ عدم قیام (وقراۃ) کے باوجود اس کو رکعت شمار کیا ہو۔ یہ معلوم رہے کہ کتاب وسنت میں قیام فرض ہے جیسے کہ "قوموا للہ قانتین" اور "صل قائما" کے جملوں سے معلوم ہوتا ہے

علاوہ ازیں جزء القرآۃ میں یہ بھی ہے:

"عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ الصبح فسمع نفسا شدیداً او بھرا من خلفہ فلما قضی الصلوٰۃ قال لابی بکرۃ انت صاحب ھذا النفس قال نعم جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعۃ معک فاسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصا ولا تعد صل ما ادرکت واقض ما سبق" (صـ۶۳)

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سانس چڑھنے اور ہانپنے کی آواز سنی، نماز سے فارغ ہوکر ابوبکرؓ سے فرمایا کیا یہ تمہاری آواز تھی، میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، چونکہ میری ایک رکعت فوت ہو رہی تھی، اس لئے میں نے جلدی کی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں برکت کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا جتنی نماز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام کے ساتھ پڑھ سکو، پڑھ لو اور جو پہلے ہو چکی اس کی قضا دے لو یعنی پوری کرو۔"

اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

"واقض ما سبقك" (فتح الباری ص۲۲۵ ج۲ باب اذا رکع دون الصف)

کہ "تمہاری جتنی نماز رہ گئی ہے، اس کو پورا کرو۔"

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے:

"عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلوٰۃ وعلیکم السکینۃ والوقار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا" (صحیح بخاری ص۸۸ ج۱)

کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبیر سننے پر آرام اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف آؤ، جلدی جلدی مت آؤ، جتنی جماعت مل جائے، پڑھ لو اور جو رہ جائے، اسے پورا کرلو۔"

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"واستدل بہ ان من ادرک الامام راکعا لم تحتسب لہ تلک الرکعۃ للامر باتمام ما فاتہ لانہ فاتہ الوقوف والقرأۃ فیہ وھو قول ابی ھریرۃ وجماعۃ بل حکاہ البخاری فی القرأۃ خلف الامام واختارہ ابن خزیمہ والضبعی وغیرھما من محدثی الشافعیۃ وقواہ الشیخ تقی الدین السبکی من المتاخرین" (فتح الباری ص۲۵۴ پارہ:۳، باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا)

کہ "اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت گنی نہیں جائے گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدہ نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اس کا قیام اور قرأۃ ام القرآن (دو فرض) رہ گئے ہیں۔ حضرت ابوہریرۃؓ اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ امام بخاری نے کہا ہے کہ یہی مذہب ہے ہر اس شخص کا جو فاتحہ خلف الامام کو فرض سمجھتا ہے۔"

بہر حال ابوبکرہؓ کی یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ رکوع پا لینے والے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکعت پوری ہو جاتی ہے۔

جمہور کی چوتھی دلیل :

"قال البخاری وزاد ابن وھب عن یحی بن حمید عن قرۃ عن ابن شھاب عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الرکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ"

(جزء القراۃ بخاری ص۶)

کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا، پہلے اس کے کہ امام اپنی پیٹھ سیدھی کرے تو اس نے رکعت پالی۔

جواب : یہ حدیث سخت ضعیف ہے چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں :

"واما یحی بن حمید مجھول لا یعتمد علی حدیثہ غیر معروف بصحۃ خبرہ مرفوع ولیس ھذا مما یحتج بہ اھل العلم وقد تابع مالکا فی حدیثہ عبید اللہ بن عمر ویحی بن سعید وابن الھاد ویونس و معمر وابن عیینۃ وشعیب وابن جریج وکذالک قال عراک بن مالک عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلو کان من حفظ لا واحد لم یحکم بخلاف یحی بن حمید او ثلاثۃ علیہ فکیف باتفاق من ذکرنا عن ابی سلمۃ وعراک عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو خبر مستفیض عند اھل العلم بالحجاز وغیرھا وقولہ قبل ان یقیم الامام صلبہ لا معنی لہ ولا وجہ لزیادتہ" (جزء القراۃ بخاری ص۶)

کہ یحییٰ بن حمید غیر ذمہ دار اور ناقابلِ حجت ہے اور نہ اس کی مرفوع حدیث کی صحت اہل علم کے نزدیک تسلیم کی گئی ہے۔ اور یحییٰ بن حمید کے برخلاف عبیداللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید، یونس، معمر، سفیان بن عیینہ اور شعیب، ابن جریج نے مالک کی روایت کی متابعت کی ہے اور عراک بن مالک بھی حضرت ابوہریرۃؓ سے بھی روایت [illegible] اگر ایک آدھ راوی یحییٰ بن حمید سے لے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے خلاف ہوتا تو بھی اپنی رائے پر اسے ترجیح نہ دیتا مگر یہاں تو پوری جماعت کی جماعت یحیٰ بن حمید کے خلاف ہے اور یہ روایت اہل حجاز کے ہاں شہرت حاصل کر چکی یعنی یہ مستفیض روایت ہے"

جواب (۲):

"قبل ان یقیم الامام صلبہ" بے معنی الفاظ ہیں۔ اور اس جملہ کی زیادتی کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ یعنی یہ الفاظ شاذ اور منکر ہیں کیونکہ یحیٰ بن حمید نے اپنے دس مذکورہ ساتھیوں کے خلاف ان الفاظ کو ذکر کیا ہے۔

جواب (۳):

یہاں "فقد ادرکھا" سے مراد رکعت نہیں ہے بلکہ جماعت کا ثواب اور نماز ہے چنانچہ انہی ابوہریرۃؓ سے مروی ہے:

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک من الصلوٰۃ رکعۃ فقد ادرک" (جزء القراءۃ بخاری ص۶۰)

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت کے ساتھ ایک رکعت پالی تو اس نے جماعت کا ثواب پالیا۔

جواب (۴):

اس میں ایک راوی قرہ بن عبدالرحمان بھی ضعیف ہے چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے:

"قرۃ بن عبد الرحمان یقال اسمہ یحیٰی صدوق لہ مناکیر من السابعۃ" (تقریب ص۲۸۲)

(باقی۔ آئندہ، ان شاء اللہ)

© rasailojaraid.com